۷۸۶

۹۲

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوْٓا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ وَجَاهِدُوْا فِيْ سَبِيْلِهٖ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ

١ اے لوگو جو ایمان لائے ہو ڈرو اللہ سے اور اس کی طرف وسیلہ تلاش کرو اور اس کی راہ میں جہاد کرو تاکہ تم فلاحیت حاصل کر سکو

فیوضِ بیعت

ناشرین

قاضی سنز پبلشرز جان محمد روڈ انارکلی لاہور

هو الشکور
۹۲
نافع ودافع اوہام رسالہ مسمیٰ بنام تاریخی

فیوضِ بیعت

۱۳۷۸ھ

از

افاداتِ عالیہ

امام الطریقت، گنجِ اسرار و رموزِ طریقت مولنا حضرت شاہ
غلام محمد المخاطب بخطابِ غیبی جلوہ نماءِ اولیاء قادری ابو العلائی
چشتی۔ شکوری

ناشرین: قاضی سنز جان محمد روڈ۔ انار کلی۔ لاہور

بار اول ۱۰۰۰ ۱۹۶۰ء ہدیہ



تعداد ...... ایک ہزار

ناشر ...... قاضی محمد اسماعیل

مطبع ...... لاہور آرٹ پریس۔ لاہور

سنہ ۱۹۶۰ء

ہدیہ ...... [illegible]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

شرفِ بیعت

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الْعَلِیِّ الْاَعْلٰی۔ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْمَشْکُوْرِ الْاَزْکٰی مُحَمَّدِنِ الْمُصْطَفٰی وَعَلٰی اٰلِہِ الْمُجْتَبٰی وَاَصْحَابِہِ الْبَرَرَۃِ التُّقٰی وَعُلَمَاءِ شَرِیْعَتِہِ الْبَیْضَاءِ۔ وَاَوْلِیَاءِ طَرِیْقَتِہِ الْعُلْیَا۔ اَلْفَائِزِیْنَ عَلٰی سُبُلِ الْعِشْقِ وَالرُّشْدِ وَالْھُدٰی۔

ہزار ہزار حمد و ثنا اس عزت و کرم والے خالق و مالک کو جس نے اپنی معرفت کے لئے انسان کو خلعت لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ سے مفتخر کیا اور وَلَقَدْ کَرَّمْنَا بَنِیْ اٰدَمَ کا مبارک تاج پہنا کر اپنے محبوب و مطلوب سرورِ انس و جان، سرورِ روح و جان، شہنشاہِ عشق و سلطانِ محبت حضرت سرکارِ مختار، سردار و سیدِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خادم و غلام بنایا۔ اور ہماری رہنمائی کے لئے سلاسلِ اولیائے کرام کو مقرر فرمایا۔ ہمیں طلبِ عشقِ حقیقی کے لئے طریقۂ بیعت بذریعۂ اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰہَ تعلیم فرمایا۔ اور شرفِ بیعت سے آگاہ فرمایا۔ مرشدِ حقیقی سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اتحاد کا نام قرار دیا۔

وصفِ اہلِ بیعت آمد اے رشید — فوق ایدیہم ید اللہ المجید

تا ابد گر شرح ایں مفصل کنم — جز تحیر ہیچ نبود حاصلم

(اعلیٰ حضرت بریلوی)

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے فیوض لامتناہی کو نائبینِ رسول یعنی اولیائے کرام کی بیعت کے توسط سے قیامت تک جاری فرمایا۔ اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو ان نفوسِ قدسیہ کی پیروی نصیب کرے اور ضلالت و گمراہی کی ہلاکت سے مامون و محفوظ فرمائے۔ ان حضرات کے زمرے میں داخل ہونے والا منزلِ مقصود کو پہنچ کر واثق المرام ہوتا ہے۔ انہیں برا جان کر ان سے بھاگنے والا راہِ راست سے دور ہو کر ہلاک ہوتا ہے۔

جامی رہِ ہدیٰ بخدا غیرِ عشق نیست — گفتیم والسلام علیٰ تابع الہدیٰ

دلائلِ بیعت

سلاسل اولیاء اللہ میں داخل ہونا معرفت حق حاصل کرنے کے لئے جو باعث تخلیق کائنات ہے باجماع اولیاء وصلحاء مشائخ وعلماء واجب اور ضروری ہے۔ اس پر محققین ظاہری وباطنی متقدمین ومتاخرین سب کا اتفاق واجماع ہے اور قرآنِ عزیز واحادیث پاک اور استنباط آئمہ ومجتہدین سے ثابت ہے۔

اس مقدس طریق کا اختیار کرنا موجب برکات وفیوض وحسنات اور سبب قربِ ربانی ہے۔ اس مبارک وپسندیدہ طریق کو دیدہ ودانستہ ترک کرنا چشم پوشی یا رد وقدح کا دروازہ کھول کر مسلمانوں کے شیرازہ کو بکھیرنا اور فساد پیدا کرنا ہے جو ربّ جل مجدہٗ کے نزدیک سب سے زیادہ ناپسندیدہ فعل ہے وہ لَا تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ (زمین میں فساد نہ کرو) فرما کر ایسے لوگوں کی مذمت فرماتا ہے۔

اللہ تعالیٰ اس طریقۂ واجبہ پسندیدہ کے اختیار کرنے کے لئے ارشاد فرماتا ہے۔ یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللہَ وَابْتَغُوْا اِلَیْہِ الْوَسِیْلَۃَ وَجَاھِدُوْا فِیْ سَبِیْلِہٖ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ (سورۃ ۵) اے ایمان والو خوف الٰہی رکھتے ہوئے اس کی طرف وسیلہ تلاش کرو اور

اسی کی راہ میں مجاہدہ کرو تاکہ تم فلاح حاصل کر سکو۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب فاروقی دہلوی قدس سرہ کی بھی یہی تحقیق ہے۔ چنانچہ آپ نے اپنے مقدس مقالہ اور مبارک عجالہ القول الجمیل میں ارشاد فرمایا۔ جس کا ترجمہ شفاء العلیل مطبوعہ مطبع نظامی کانپور سے درج کیا جاتا ہے۔

دوسری فصل صفحہ ۲۲۔ ف۔ اس آیت میں وسیلہ سے مراد بیعت مرشد ہے۔ مولانا نے حاشیہ میں فرمایا کہ ہم نے اپنے جد امجد شاہ عبدالرحیم فاروقی قدس سرہ النورانی کے ایک مرید سے سنا کہ ان کے ہم عصر ایک عالم نے ان سے بیعت کے سنت یا بدعت ہونے پر گفتگو کی۔ جد امجد رحمۃ اللہ علیہ نے واسطے مشروعیت بیعت کے اس آیت سے استدلال کیا اور فرمایا کہ یہ ممکن نہیں کہ وسیلہ سے ایمان مراد لیجئے اس واسطے کہ خطاب اہل ایمان سے ہے چنانچہ یاایھا الذین آمنوا اس پر دلالت کرتا ہے اور عمل صالح بھی مراد نہیں ہو سکتا کہ وہ تقوی میں داخل ہے اس واسطے کہ تقوی عبارت ہے امتثال اوامر و اجتناب نواہی سے اس واسطے کہ قاعدہ عطف کا مغایرت بین المعطوف والمعطوف علیہ کا مقتضی ہے اور اسی طرح بدلیل مذکور جہاد بھی مراد نہیں ہو سکتا کیونکہ تقوی میں داخل ہے پس متعین ہو گیا کہ وسیلہ سے مراد ارادت اور بیعت مرشد کی ہے۔ پھر اس کے بعد مجاہدہ اور ریاضت ہے ذکر و فکر میں تاکہ فلاح حاصل ہو کہ عبارت ہے وصول ذات پاک ہے۔

نیز اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے يَبْتَغُونَ إِلَىٰ رَبِّهِمُ الْوَسِيلَةَ أَيُّهُمْ أَقْرَبُ وَيَرْجُونَ رَحْمَتَهُ وَيَخَافُونَ عَذَابَهُ (سورہ بنی اسرائیل)

اپنے رب کی طرف وسیلہ تلاش کرتے ہیں کہ ان میں کون اللہ سے زیادہ قریب ہے کہ اس سے توسل کریں اور رحمت الٰہی کی امید رکھتے اور اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں

تمام حضرات سلف صالحین کا جن کے صادق القول ہونے کا جمہور اسلام کو یہاں تک یقین ہے کہ وہ بالاتفاق اولیاء اللہ تسلیم کئے جاتے ہیں۔ ان کا ان ہی آیات شریفہ پر عمل رہا ہے وہ خود بھی مرید ہوئے اور دوسروں کو مرید کیا۔ جن میں بڑے بڑے خلفاء، سلاطین اور امراء کے علاوہ علماء صلحاء اور زہاد بھی شامل ہیں۔

شانِ اولیائے کرام

اولیائے کرام کے متعلق احادیث میں ارشاد ہے هُمُ الْقَوْمُ لَا يَشْقَىٰ بِهِمْ جَلِيسُهُمْ (مسلم شریف، مشکوٰۃ شریف) وہ ایسے لوگ ہیں کہ ان کے پاس بیٹھنے والا بھی بدبخت نہیں رہتا اور فرمایا هُمُ الْجُلَسَاءُ لَا يَشْقَىٰ جَلِيسُهُمْ (بخاری شریف)

وہ ایسے جلیس ہیں کہ اس مجلس میں بیٹھنے والا بھی بدبخت نہیں رہتا۔

اللہ تعالیٰ کے اس سوال پر کہ کیا انہوں نے مجھے دیکھا ہے۔ ملائکہ عرض کرتے ہیں۔ لَوْ رَأَوْكَ كَانُوا أَشَدَّ لَكَ عِبَادَةً وَأَشَدَّ لَكَ تَمْجِيدًا وَأَكْثَرَ لَكَ تَسْبِيحًا (بخاری شریف) اگر وہ تجھے دیکھ لیں تو بہت زیادہ تیری عبادت کریں اور بڑی بزرگی تیری بیان کریں اور کثرت سے تیری تسبیح میں مشغول رہیں۔

محبوبانِ خدا آیہ رحمت ہیں وہ طالب حق کو اپنا کر لیتے ہیں اور اس پر

نظرِ رحمت رکھتے ہیں۔ بنابریں چاہیئے کہ ہر مسلم ان کے خاص غلاموں کی لڑی میں منسلک ہو جائے کیونکہ جب تک ارادت نہ ہوگی فلاح میسر نہ آئے گی۔

فلاح فلاح دو قسم کی ہے۔ فلاح ظاہری۔ فلاح باطنی۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ بلا شیخ کامل اور پیر روشن ضمیر کے فلاح نامکمل ہے۔ اعلیٰ حضرت امام اہلِ سنت مجدد اعظم عصر حاضر مولانا احمد رضا خانصاحب قدس سرہٗ اپنے مبارک رسالہ نقاءُ السلافہ فی بیانِ البیعۃِ والخلافہ میں فرماتے ہیں " بے پیر کبھی فلاح نہ پائے گا " حضرت ابو علی دقاق رضی اللہ عنہٗ کو فرماتے سنا کہ جو پیڑ بغیر کسی بونے والے کے از خود اُگے تو اس میں پتے تو آتے ہیں مگر پھل نہیں دیتا یونہی مرید کے لئے کوئی پیر نہ ہو جس سے ایک ایک سانس پر راستہ سیکھے) وہ اپنی خواہش کا پجاری ہے فلاح نہ پائے گا۔ حضرت سیدنا میر سید عبدالواحد بلگرامی قدس سرہٗ السامی سبع سنابل شریف میں فرماتے ہیں۔ ع

چو پیرے نیست پیرت ہست ابلیس
کہ راہِ دیں زدست از مکر و تلبیس

فلاح ظاہری ۔ حاشا وکلا اس فلاح ظاہری سے یہ مراد نہیں جو مجھے ظاہراً اس کو مطلوب اور جن کی نظر اعمال جوارح پر منحصر ہو، ظاہری احکام شرع سے آراستہ ہے اگرچہ باطن سمعہ[1]۔ ریا[2]۔ عجب[3]۔ حسد[4]۔ کینہ[5]۔ تکبر[6]۔ حب مدح[7]۔ حب جاہ[8]۔ محبت دنیا[9]۔ طلب شہرت[10]۔ تعظیم امراء[11]۔ تحقیر مساکین[12]۔ اتباع شہوات[13]۔ مداہنت[14]۔ کفران نعم[15]۔ حرص[16]۔ بخل[17]۔ طول اَمل[18]۔ سوءِ ظن[19]۔ عنادِ حق[20]۔ اصرارِ باطل[21]۔ مکر[22]

غدر[۲۳] ۔ خیانت[۲۴] ۔ غفلت[۲۵] ۔ قسوت[۲۶] ۔ طمع[۲۷] ۔ تملق[۲۸] ، اعتماد خلق[۲۹] ۔ نسیانِ خالق[۳۰]
نسیانِ موت[۳۱] ۔ جرأت علی اللہ[۳۲] ۔ نفاق[۳۳] ۔ اتباع شیطانی[۳۴] ۔ بندگی نفس[۳۵] ۔ رغبت
بطالت[۳۶] ۔ کراہت عمل[۳۷] ۔ قلت خشیت[۳۸] ۔ جزع[۳۹] ۔ عدم خشوع[۴۰] ۔ غضب للنفس[۴۱]
اور تساہل فی اللہ[۴۲] وغیرہ آفات سے گندہ ہو رہا ہو۔

آج کل بہت سے علمائے ظواہر اگر متقی نہیں تو اسی قسم کے اِلّا مَا شَاءَ اللہُ وَقَلِیْلٌ مَّا ھُمْ۔

فلاح باطنی ۔ قلب و قالب ، رذائل سے متخلی[۱] اور فضائل سے متجلی[۲] کر کے بقایائے شرکِ خفی دل سے دور کئے جائیں یہاں تک کہ لَا مَقْصُوْدَ اِلَّا اللہُ پھر لَا مَشْھُوْدَ اِلَّا اللہُ پھر لَا مَوْجُوْدَ اِلَّا اللہُ متجلی ہو۔ یعنی پہلے ارادہ غیر سے خالی ہو پھر غیر نظر سے معدوم ہو۔ پھر حقیقت جلوہ فرمائے کہ وجود اسی کے لئے ہے باقی سب ظلال و پرتو ۔ یہ منتہائے فلاح و فلاحِ انسان ہے ۔ بہرحال اس فلاح کے لئے ضرور پیر و مرشد کی حاجت ہے۔"

مُرشد

مُرشدِ ہدایت دو قسم پر ہے۔ مرشدِ عام، مرشدِ خاص

مرشدِ عام۔ کلام اللہ۔ کلام الرسول۔ کلام آئمہ شریعت وطریقت۔ کلام علمائے دین رشد وہدایت ہے۔ اسی سلسلہ صحیحہ پر کہ عوام کا ہادی کلام علمائے حق "متصلین فی الظاہر والباطن" علماء کا رہنما۔ کلام مرشدین و آئمہ شریعت وطریقت۔ آئمہ طریقت کا مرشد۔ کلامِ رسول اور رسول کا ماخذ۔ کلام اللہ عزوجل ہے۔ فلاح ظاہر ہو خواہ فلاح باطن۔ طالب فلاح کو اس مرشد کے سوا چارہ نہیں ہے۔ جو کوئی اس سے جدا ہے وہ گمراہ ہے۔ اس کی عبادت تباہ و برباد اَلرَّفِیْقُ قَبْلَ الطَّرِیْقِ۔ (سفر سے پہلے ساتھی ہے)

مرشدِ خاص۔ بندہ کسی عالم اہل سنت صحیح الاعتقاد۔ صحیح الاعمال جامع صفات وشرائط بیعت کے ہاتھ میں ہاتھ دے۔ یہ ہے مرشدِ خاص جسے پیر و شیخ بھی کہتے ہیں۔ اس کی دو قسمیں ہیں۔

اوّل۔ شیخ اتصال۔ جس کے ہاتھ پہ بیعت کرنے سے ایمان والوں کا سلسلہ حضور پرنور سرور انس وجان۔ سرور روح وجان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک متصل ہو جائے جس کے لئے چار شرطیں ہیں۔

شرطِ اوّل :- شیخ کا سلسلہ باتصالِ صحیح حضور اقدس سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تک پہنچتا ہو۔ بعض لوگ بلا بیعت محض بزعم وراثت اپنے باپ دادا کے سجادہ پر بیٹھ جاتے ہیں یا بیعت تو کی تھی مگر خلافت نہ ملی تھی بلا اذن مرید کرنا شروع کر دیتے ہیں۔

شرطِ دوم :- شیخ اہل سنت وجماعت صحیح الاعتقاد ہو۔ منکرِ اولیاء کا سلسلہ جناب والاصفات علیہ الصلوٰۃ والسلام تک نہ پہنچے گا بلکہ عدو اولیاء شیطان تک پہنچے گا۔ آج کل بہت سے منکرین عظمتِ اولیاء کرام مکاری کے لئے پیر بنے پھرتے ہیں۔ مولانا رومیؒ فرماتے ہیں ؎

اے بسا ابلیس آدم روئے ہست

پس بہر دستے نباید داد دست

شرطِ سوم :- شیخ عالم دین ہو۔ عقاید اہل طریقت واہل سنت سے خوب واقف ہو۔ کفر واسلام، ضلالت وہدایت کے فرق کا پورا عارف ہو۔ ورنہ مَنْ لَّمْ يَعْرِفِ الشَّرَّ فِيهِ مَا يَقَعُ فِيهِ (جسے برائی کی پہچان نہیں وہ ضرور کبھی نہ کبھی اس میں پڑ جائے گا)

شرطِ چہارم :- شیخ فاسق معلن نہ ہو۔ مرشد طریقت کی تعظیم بروجہ کمال لازم وواجب اور فاسق کی تعظیم حرام اجتماع نقیضین لازم۔

دوسرے شیخ ایصال :- مفاسدِ نفس، مکائدِ شیطان ذکر ہوائے نفس سے آگاہ ہو۔ دوسرے کی تربیت جانتا ہو اور اپنے متوسل پر شفقت تامہ رکھتا ہو۔ مرید کے عیوب کا علاج بتلائے جو مشکلات اس راہ میں حائل ہوں انہیں

حل فرمائے۔ نہ محض سالک ہو نہ نرا مجذوب۔ عوارف شریف میں ہے یہ دونوں یعنی سالک و مجذوب پیری کے قابل نہیں۔ اس لئے کہ پہلا خود راہ میں ہے اور دوسرا طریقہ تربیت سے غافل۔ بلکہ مجذوب سالک ہو یا سالک مجذوب۔ اعلیٰ حضرت احمد رضا خاں صاحب بریلوی رضی اللہ عنہ کے نزدیک "مجذوب سالک" اولیٰ و بہتر ہے۔

اقسامِ بیعت

بیعت بھی دو قسم کی ہے

اوّل۔ بیعت برکت ——— صرف بطور تبرک داخل سلسلہ ہو جانا آج کل عام بیعتیں یہی ہیں۔ وہ بھی نیک نیتوں کی۔ ورنہ بہتوں کی بیعت دنیاوی اغراض و مقاصد کے لئے ہوتی ہے۔ وہ خارج از بحث ہے، اس بیعت کے لئے شیخ اتصال کہ شرائط اربعہ کا جامع ہو بس ہے۔ بیکار یہ بھی نہیں۔ مفید اور بہت مفید اور دنیا و آخرت میں کار آمد ہے۔ محبوبانِ خدا کی غلامی میں نام لکھا جانا ان سے نسبت کا ہو جانا فی نفسہٖ سعادت ہے۔

دوم۔ بیعتِ ارادت ——— طالب اپنے ارادہ و اختیار سے یکسر باہر ہو کر اپنے آپ کو پیر و مرشد، ہادیٔ برحق۔ واصل بحق کے ہاتھ میں بالکل سپرد کر دے۔ اسے مطلقًا اپنا حاکم و مالک و متصرف جانے۔ اس کے چلانے پہ راہ سلوک چلے۔ کوئی قدم بغیر اس کی مرضی کے نہ اٹھائے۔ اس کے بعض احکام یا اپنی ذات میں خود اس کے کام اگر اس (مرید) کے نزدیک صحیح معلوم نہ ہوں انہیں افعال خضر علیہ السلام کے مثل سمجھے۔ بقول مولانائے روم ؒ

چوں گرفتی پیر ہین تسلیم شو   ہمچو موسیٰ ؑ زیر حکم خضر ؑ رو

اپنی عقل کا قصور جانے۔ اس کی کسی بات پر دل میں بھی اعتراض نہ لائے اپنی ہر مشکل اس پر پیش کرے۔ غرض اس کے ہاتھ میں مردہ بدست زندہ ہو کر رہے۔ یہ بیعت بیعتِ سالکین ہے۔ یہی مقصود مشائخ مرشدین ہے۔ یہی اللہ عزوجل تک پہنچاتی ہے۔ یہی حضور اقدس سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے لی ہے۔

ارشادِ شیخ شیخ کامل کا حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حکم ہے اور رسول اللہ کا حکم اللہ تعالیٰ کا حکم ہے اور اللہ عزّ اسمہٗ کے حکم میں مجال دمِ زدن نہیں

؎

راز ہا بر قلب شاں مستور نیست ۔۔۔ لیک افشاں کردن آں دستور نیست

ہر کجا گنجے ودیعت داشتند ۔۔۔ قفل بر در بہر حفظش بستہ اند

در دلِ شاں گنج اسرار اے اخیؔ ۔۔۔ بر لب شاں قفل امر انصتوا

(اعلیٰ حضرت بریلوی)

اور مثنوی شریف میں مولانائے رومؒ یوں فرماتے ہیں ؎

بر لبش قفل ست و در دل رازہا ۔۔۔ لب خموش و دل پُر از آوازہا

عارفاں کہ جامِ حق نوشیدہ اند ۔۔۔ رازہا دانستہ و پوشیدہ اند

ہر کہ را اسرارِ حق آموختند ۔۔۔ مہر کردند و دہانش دوختند

نیز عوارف شریف میں ارشاد ہے۔ دُخُولُہٗ فِیْ حُکْمِ الشَّیْخِ دُخُولُہٗ حُکْمِ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَاِحْیَاءُ سُنَّۃِ الْمُبَایَعَۃِ (شیخ کے زیر حکم ہونا اللہ و رسول کے زیرِ حکم ہونا ہے اور اس بیعت کی سنت کا زندہ کرنا ہے) اس سنت کا احیاء وصول الی اللہ کے

لیے ضروری ہے اور اس پر ... عقلیہ ... [illegible]

[illegible]

صاحبِ انعام

کیا دینِ اسلام۔ قرآن و حدیث کو ان حضرات نے جنہیں قربِ رسالت کا فخر حاصل ہوا ہے سمجھا ہے؟ یا

آج کل کے آزاد طبع منطقی و فلسفی حضرات نے جنہیں تعلیمات اسلامیہ سے عموماً دور کا واسطہ ہوا کرتا ہے؟

کیا اولیائے کرام وہی لوگ نہیں ہیں جن کی راہ پر چلنے کی دعا ہم نمازیں پانچ وقت کرنے پر مامور ہیں؟

لہٰذا ان کا ذکر کرنا ضروری ہوگیا جو صورت ذیل پر ہے یعنی اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْہِمْ۔ اے اللہ دکھا ہم کو راہ سیدھی (اللہ تک پہنچنے والی) ان لوگوں کی راہ جن پر تو نے انعام کیا (یعنی جس راہ پر چل کر تیرے محبوب بندے تجھ سے واصل ہو گئے۔ بلا شک یہ سب سے بڑا انعام ہے کیونکہ مقصودِ حیات ہی یہ ہے)

آخر یہ صاحبِ انعام کون لوگ ہیں؟

ان کی تعریف قرآن پاک نے خود فرمائی ہے فَاُولٰٓئِکَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْہِمْ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّہَدَآءِ

وَالصّٰلِحِيْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ○ یہی وہ حضرات ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے مہربانی فرمائی۔ انبیائے کرام۔ صدیقین۔ شہداء اور صالحین (اولیاء اللہ) اور ان کا رفیق ہی بہتر ہے۔

ارشاد رسالت ہے اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ ہر کسی کا حشر اس شخص کے ساتھ ہوگا جس سے وہ محبت کرتا ہے۔

باد اولیاء است حشر محبان اولیا — وارد تبارز حشر خود امید با حبیبؐ

پس ہر آدمی کو لازم ہے کہ مشرف با ایمان ہونے کے ان تینوں گروہوں کی رفاقت حاصل کرے۔ اس کے بعد انبیائے کرام کی رفاقت حاصل ہوگی جیسا کہ حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی آیت اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ کی شرح میں فرمایا ہے۔

چنانچہ رب تبارک و تعالیٰ نے فرمایا۔ وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ وَلَا تَعْدُ عَيْنٰكَ عَنْهُمْ ۔ ان پر اپنی جان کو روک لیجئے جو اپنے رب کو صبح و شام اخلاص و ارادت سے یاد کرتے اور اس کی رضا چاہتے ہیں اور ان سے اپنی نگاہیں نہ پھیریئے

نیز حق سبحانہٗ و تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ ۔ اے ایمان والو اللہ سے خوف رکھو اور سچوں کے ساتھ ہو جاؤ

کینونت یعنی پیدائش و ولادت

جاننا چاہیئے کہ کینونت دو قسم کی ہے۔ صُوریؔ۔ معنویؔ۔

صُوری۔ کینونت صوری حضرات اولیائے کرام کی مجالست و مصاحبت ہے۔

جس کے بارے میں حضرت مولانے رومؒ کا ارشاد گرامی ہے۔

ہر کہ خواہد ہم نشینی با خدا — او نشیند در حضورِ اولیا
چوں شوی دور از حضورِ اولیا — در حقیقت گشتۂ دور از خدا

اس کے متعلق اعلیٰ حضرت بریلوی قدس سرہٗ کا ارشاد پاک ہے۔

حق فرستادہ ایں سحاب با صفا — کہ یُطَهِّرُنَا وَیُذْهِبُ رِجْسَنَا
چوں نئی بے مثلیش را معترف — کے شوی از بحرِ فیضش مغترف
نیست فضلش بہرِ قومِ بے ادب — یَخْطَفُ اَبْصَارَهُمْ بَرْقُ الْغَضَب
ابر نیساں ست ایں ابر کرم — در رفشان آفریں در تعظیم
قطرہ کز وے چکید اندر صدف — گوہر رخشندہ [illegible] شرف

معنوی - رابطہ قلب بطریق محبت اور تعظیم و توقیر کے ہے کیونکہ ان کا تصور وہی فائدہ دیتا ہے جو ان کی صحبت میں ہوتا ہے بلکہ حق تو یہ ہے کہ یہ راہ وصول الی اللہ کے لئے سب راہوں سے زیادہ قریب ہے۔

حدیث قدسی ہے اَلْاِنْسَانُ سِرِّیْ وَاَنَا سِرُّهٗ ۔ وقال الرومیؒ

کعبہ ہر چندے کہ خانہ بّر اوست
خلقت من نیز خانہ سّر اوست

رابطہ شیخ اہل طریقت نے رابطہ شیخ کو رکن اعظم تسلیم کیا ہے کہ باعث اسی صحبت دوامی کے طالب حق کے دل میں کوئی خیال فاسد جاگزین نہیں ہو سکتا۔ اور تمام ردی خیالوں اور برے افعالوں اور بدکرداریوں سے بفضلہ تعالیٰ محفوظ و مامون رہتا ہے اور یہیں سے اسکو نشان حق کا سراغ ملتا ہے

نشانِ حق:۔ انسان کامل وَلَقَدْ کَرَّمْنَا بَنِیْ اٰدَمَ کے مطابق آیات الٰہیہ میں سب سے بڑی برہان و دلیل ہے جس میں غور و فکر کرنے کا حکم ہے چنانچہ تَفَکَّرُوْا فِیْ صِفَاتِہٖ وَلَا تَفَکَّرُوْا فِیْ ذَاتِہٖ الحدیث (خصائص و میزان الشریعہ) صفاتِ ربانی میں غور و فکر کرو اس کی ذات میں غور و فکر نہ کرو۔

حضرت مولائے روم رحمۃ اللہ علیہ کا ارشادِ گرامی ہے ؎

اے لقائے تو جواب ہر سوال
مشکل از تو حل شود بے قیل و قال
ترجمانی ہرچہ ما را در دل است
دستگیرِ ہرچہ پائش در گل است
مرحبا یا مجتبیٰ یا مرتضیٰ
اِنْ تَغِبْ جَاءَ الْقَضَا ضَاقَ الْفَضَاء
اَنْتَ مَوْلَی الْقَوْمِ مَنْ لَّا یَشْتَھِیْ
قَدْ رَدٰی کَلَّا لَئِنْ لَّمْ یَنْتَہِ

صفات میں فکر و نظر کرنے والے صراطِ مستقیم پر گامزن ہوئے اور جو اس کی ذات کی تلاش و جستجو میں لگے وہ منزل سے دور رہے اس لئے حضرات اکابرین اولیائے کرام رضوان اللہ علیہم و شکر اللہ سعیہم ہمہ تن صفات میں مستغرق رہے بقول مولوی معنوی ؒ ؎

لوحِ محفوظ است پیشانیِ یار	رازِ کونین نما ید آشکار
آفتاب آمد دلیلِ آفتاب	گر دلیلت باید از وے رو متاب

ما زمحبت از محبت دیدہ است

دیدنِ او دیدن خالق شدہ است

(بفحوائے حدیث شریف۔ مَنْ رَاٰنِیْ فَقَدْ رَاَءَ الْحَقَّ)

یہ وہی اولیا اکرام ہیں جن کے بارہ میں عظیم وجلیل ربِ جمیل اللہ تبارک وتعالیٰ قرآن عزیز میں یوں ارشاد فرما رہا ہے۔ اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ۔ سن رکھ بیشک جو اولیا اللہ ہیں (یعنی اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے دوست ہیں) ان کے لئے نہ خوف ہے اور نہ غم وملال (سورہ یونس پارہ یازدہم)

پھر ارشاد حضرت سرورِ کائنات رَسُوْلِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے اِسْمَعُوْا وَاَطِیْعُوْا وَاِنِ اسْتُعْمِلَ عَلَیْکُمْ عَبْدٌ حَبَشِیٌّ (بخاری) سنو اور اطاعت بجا لاؤ اگرچہ امام غلام حبشی ہی کیوں نہ ہو۔ اور فرمایا۔ اُوْصِیْکُمْ بِتَقْوَی اللّٰہِ وَالسَّمْعِ وَالطَّاعَۃِ وَاِنْ کَانَ عَبْدًا حَبَشِیًّا (ترمذی) میں تم کو حکم دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور سنو اور اطاعت کرو۔ اگرچہ وہ غلام حبشی ہی کیوں نہ ہو۔

حضرت مولائے کائنات سیدنا علی مرتضےٰ رضی اللہ عنہ کا قول مبارک ہے۔ اُنْظُرْ اِلٰی مَا قَالَ وَلَا تَنْظُرْ اِلٰی مَنْ قَالَ۔ اسی کو مولانا یوں فرماتے ہیں ؎

منگر کہ کہ می گوید

بنگر کہ چہ می گوید

پس اولیاء اللہ کے ارشادات کو سننا اور ان کی پیروی کرنا باعث بلا تسیئہ

حال و قال

اس سلسلہ میں قابل ذکر یہ چیز ہے کہ محض عالم دین ہونا لوگوں کی ہدایت کے لئے کما حقہٗ اکتفا نہیں کرتا ——— بقول جامیؒ

ساقیا زیں ہنر و فضل ملو لیم ملول
ساغرے دہ کہ بشویم ز دل نقش فضول

جب تک کہ آدمی صاحب حال نہ ہو ؎

گفتگو تا چند جامیؔ لب بہ بند
حال میباید چہ سود از قیل و قال

حال تو رب تبارک و تعالیٰ کے کرم سے نصیب ہوتا ہے۔ اعلیٰ حضرت بریلوی فرماتے ہیں ؎

رحمتش عام ست بجر ہمگنان
لیک فضلش خاص بہر مومنان

جس طرح ایک کافر قرآن پاک کی آیات پڑھ کر یا ایک عام مسلمان اسم ذات یا کسی ورد سے کسی کو یا اپنے آپ کو کما حقہ فائدہ نہیں پہنچا سکتا۔ تا وقتیکہ اس وظیفہ یا عمل کا عامل نہ ہو۔ اسی طرح عام تعلیم یافتہ قرآن خوان بھی اپنے بھائیوں کی مکمل رہنمائی کرنے سے قاصر رہتا ہے۔

اسی لئے امام ہمام سربراہ سلسلہ عالیہ شعرانیہ عارف باللہ سیدنا عبدالوہاب شعرانی اپنی مقدس کتاب اَلْیَوَاقِیْتُ وَالْجَوَاھِرُ فِی عَقَائِدِ الْاَکَابِر میں فرماتے ہیں کہ بعض ظاہری علم والوں نے کہا اِذَا اَلتَّکَلُّمُ لِیُبَیِّنَ کَانَتْ وَسِیْلَۃً

اِلَی الْوُصُوْلِ وُصِلْنَا وَصَلْنَا شریعت کے احکام تو وصول کیلئے وسیلہ تھے اور ہم (علم ظاہر حاصل کرتے ہی) واصل ہو گئے۔ جب یہ بات سیدنا جنید بغدادی رضی اللہ عنہ نے سنی تو ارشاد فرمایا۔ صَدَقُوْا اِلَی الْوُصُوْلِ وَلٰکِنْ اِلٰی سَقَرٍ۔ وہ سچ کہتے ہیں واصل تو ضرور ہوئے مگر جہنم سے۔

اعلیٰ حضرت بریلوی فرماتے ہیں کہ اس راہ میں وہ شدید باریکیاں اور سخت تاریکیاں ہیں کہ جب تک ایک کامل و مکمل انسان جو اس راہ کے جملہ نشیب و فراز سے واقف و آگاہ اور ماہر ہے حل نہ کرے حل نہ ہوں گی نہ کتب سلوک کا محض مطالعہ کام دے گا کہ یہ راہ دقائق تقویٰ کی طرح محدود و معدود نہیں جن کا ضبط کتاب کر سکے اَلطُّرُقُ اِلَی اللّٰہِ تَعَالٰی بِعَدَدِ الْاَنْفَاسِ الْخَلَائِقِ اللہ رب العزت تک اتنے راستے ہیں جتنی تمام مخلوقات کی سانسیں۔ حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَتَجَلّٰی لِعَبْدٍ فِیْ صِفَتَیْنِ وَلَا فِیْ صِفَۃٍ لِعَبْدَیْنِ۔ اللہ عزوجل نہ ایک بندے پر دو صفتوں سے تجلی فرمائے اور نہ ایک صفت سے دو بندوں پر (بہجۃ الاسرار) اور ہر راہ کی دشواریاں باریکیاں، گھاٹیاں جدا ہیں جن کو نہ یہ خود سمجھ سکے گا نہ کتاب بتائے گی۔

(کما ذکرہٗ فی نقاء السلافۃ)

ضرورت مرشد

لہٰذا یہاں اس شخص کی ضرورت پڑتی ہے جس نے اصول طریقت کے ماتحت فنافی الشیخ۔ فنافی الرسول اور فنافی اللہ کی تمام منازل طے کی ہوں۔

صحبت اولیائے کرام

اولیاء اللہ کی تھوڑی سی صحبت ہزاروں سال کی عبادت سے افضل ہے
ان کے چہرے کو دیکھنا ثواب اَلنَّظَرُ اِلٰی وُجُوْہِھِمْ عِبَادَۃٌ (بیہقی)
ان کی صحبت واطاعت کرنا باعث نجات اخروی ہے، ایک بار ام المومنین
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت امیر المومنین سیدنا صدیق اکبر
رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ بابا جان، آپ اکثر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے
چہرے کو کیوں دیکھا کرتے ہیں، اس پر حضرت سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ
نے فرمایا کہ میں نے حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے
سُنا اَلنَّظَرُ اِلٰی وَجْہِ عَلِیٍّ عِبَادَۃٌ علی کے چہرہ کو دیکھنا عبادت
ہے (امام سیوطی) چنانچہ مولانا روم علیہ رحمۃ اللہ الحی القیوم جو کہ مولوی معنوی
ہیں، اپنی مثنوی شریف میں ارشاد فرماتے ہیں۔

یک زمانہ صحبت با اولیاء
بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا
گر تو سنگ خارہ و مرمر شوی
چوں بصاحب دل رسی گوہر شوی
صحبت صالح ترا صالح کند
صحبت طالح ترا طالح کند

نیابتِ رسالت

جاننا چاہیئے کہ اولیاء اللہ ہی رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حقیقی جانشین ہیں کیونکہ یہ حضرات علوم شریعت کی تکمیل کے بعد روحانیت کے میدان میں قدم رکھتے ہیں جو سلف صالحین کا طریقہ ہے جہاں تزکیۂ نفس کے ساتھ ساتھ تصفیہ قلب کی دشوار گذار گھاٹیوں کو عبور کرتے ہیں کہ شیطان لعین کے مکر و فریب سے بچنے کا یہی واحد ذریعہ ہے۔ منازل سلوک (معرفت وحقیقت) سے بہرہ ور ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کامل اتباع قولاً و فعلاً حالاً و سراً بمصداق آیہ کریمہ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَیُزَکِّیْهِمْ وَیُعَلِّمُهُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَةَ جو پیغمبرانہ فرائض تبلیغ کے درجات ہیں سے اپنی استعداد کے مطابق مستفیض ہو کر بنی نوع انسان کے اخلاق کی اصلاح کے لیے حکمت و موعظت کے ساتھ تبلیغ و دعوت کی جد وجہد پر گامزن ہوتے ہیں۔ کیونکہ مقتدا و پیشوا بننے کے لائق صرف وہی شخص ہو سکتا ہے جو علوم شرعیہ سے کما حقہٗ واقف اور حالات صوفیہ سے پوری طرح باخبر اور خلوص وعمل کی برکتوں سے مالا مال ہو۔ یہ حضرات ہر قسم کی حرص وطمع حسد و بخل۔ کبر ونخوت وغیرہ سے مبرا ہوتے ہیں کیونکہ علم باطنی کا خاصہ

تواضع ، خاکساری ، فروتنی اور نرم دلی ہے اور اسی لئے ان کے کلام کا اثر بے پناہ ہوتا ہے۔ ان کی ذات میں کشش و تسخیر ہوتی ہے یہ حضرات اپنی روحانی قوت سے لوگوں کی دینی دنیاوی مشکلات میں اللہ تعالیٰ سے مہربانی کی درخواست کر کے مدد کر سکتے ہیں جس سے لوگوں کے اعتقاد میں اضافہ ہوتا ہے اور وہ راہ راست پر گامزن ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ ارشاد ربانی ہے إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمَٰنُ وُدًّا ۝ (سورہ مریم) بخاری و مسلم کی حدیث ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندہ کو محبوب بنا لیتا ہے تو جبریل سے فرماتا ہے کہ فلاں شخص میرا محبوب ہے پھر جبریل اس سے محبت کرنے لگتے ہیں اور آسمانوں میں ندا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فلاں کو محبوب رکھتا ہے سب اس کو محبوب رکھیں تو آسمان والے اس کو محبوب رکھتے ہیں۔ پھر زمین پر اس کی مقبولیت عام کر دی جاتی ہے۔ الغرض مخلوق الٰہی ایسے بندوں کی عزت و توقیر اور محبت کرنے پر مجبور ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے صالحین و اولیائے کاملین کی مقبولیت عامہ کی

اسوہ حسنہ اولیائے کرام

اولیائے کرام کی زندگی سادہ اور فقیرانہ ہوتی ہے۔ ان کا ظاہر و باطن صدق حال کی شہادت دیتا ہے۔ وہ ہمیشہ بطریق حکیمانہ پیار و محبت سے تبلیغ و تلقین کر کے لوگوں کی اصلاح کرتے ہیں جس کا زیادہ اثر ان کے افعال سے واقع ہوتا ہے۔ کیونکہ ان کی زبان زبانِ حال ہوتی ہے یہی وجہ ہے کہ ان حضرات

نے اپنی عملی زندگی اور روحانی تصرفات سے قاتل و رہزن فاسق و فاجر چوروں اور ڈاکوؤں تک کو صِرَاطِ مُسْتَقِیْم پر چلایا ہے۔

علمائے ظاہر

علمائے ظاہر کسی حد تک یَتْلُوْا عَلَیْہِمْ اٰیٰتِہٖ کا فریضہ تو سر انجام دیتے ہیں مگر چونکہ وہ خود مُزَکّٰی نہیں ہوتے اسی واسطے دوسروں کا تزکیہ کرنے سے قاصر رہتے ہیں اور عملی تربیت نہ ہونے کی وجہ سے ان میں روحانیت کا فقدان ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ عام طور پر ان کے کلام میں تاثیر و کشش نہیں ہوتی وہ عموماً ریا میں غرق اور نخوت کے نشہ میں چور ہوتے ہیں اس واسطے لوگوں کو وحشت ہوتی ہے وہ لوگوں پر جبر اور طنز کرتے اور اپنی فوقیت جتاتے ہیں۔ کیونکہ محض علم ظاہری کا خاصہ ہی علو و بد تمری ہے۔

عشاق رسالت

اولیاء اللہ کا دین تو محبت و عشق رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے جو در حقیقت عین عشق خدا ہے وہ اسی میں جیتے ہیں اور اسی میں مرتے ہیں۔ اور اس جہان فانی کو محبت حق کی بھینٹ چڑھا کر مجسمہ تسلیم و رضا بن کر خوشنودی حق اور رضائے مُصْطَفٰی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حاصل کر کے حیات جاودان پاتے ہیں۔

چنانچہ عاشق رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ اپنے خیالات کا اظہار یوں فرماتے ہیں ؎

شاد باش اے عشق خوش سودائے ما — اے طبیب جملہ علت ہائے ما
اے دوائے نخوت و ناموس ما — اے تو افلاطون و جالینوس ما

عشق کا کمال یہ ہے کہ دل و نگاہ میں محض محبوب کو بسا کر جملہ اوہام و نقوش ماسوائے حبیب کے حرفِ غلط کی طرح مٹا دینا ہے۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی زندگی کا راز اسی عشقِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں پنہاں ہے۔ عمر بھر ان کے پیشِ نظر واحد مقصد رہا اور وہ محض حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خوشنودی خواہ کسی قیمت پر ہو۔ چنانچہ انہوں نے اپنی تمام زندگی حضورؐ ہی کی دید، اطاعت اور خدمت کے لئے وقف کر دی تھی اور یہی چیز ان کے لئے اعلیٰ درجات، عظمت اور قربِ ربانی کا باعث بنی۔

شاعرِ مشرق علامہ اقبالؒ اپنی تصنیف بانگِ درا صفحہ ۸۷ پر سرورِ دو جہاں محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک عاشقِ زار و جاں نثار صحابی حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی زندگی کا خاکہ نہایت لطافت کے ساتھ ایک ہی شعر میں یوں کھینچتے ہیں ؎

ادائے دید سراپا نیاز تھی تیری
کسی کو دیکھتے رہنا نماز تھی تیری (اقبالؒ)

گویا وہ حدیث پاک "اَلنَّظَرُ اِلٰی وَجْهِهِمْ عِبَادَةٌ" کی جامع تفسیر اور عشق کی جیتی جاگتی تصویر تھے۔

قال الرومیؒ ؎

چوں مرا دیدی خدا را دیدہ — گرد کعبہ صدق بر گردیدہ
خدمتِ من طاعت و حمدِ خداست — تا نہ پنداری کہ حق از من جداست

چشم نیکو باز کن در من نگر
تا بہ بینی نور حق اندر بشر

صحبتِ اولیاء

صُحبَۃُ الصّالِحِینَ نُورٌ وَّرَحمَۃٌ لِّلعَالَمِینَ

صالحین کی صحبت نور ہے اور تمام جہان والوں کے لئے رحمت۔ ھُمُ الَّذِینَ اِذَا رَاَوا ذُکِرَ اللّٰہ۔ خدا کے برگزیدہ وہ لوگ ہیں جن کے دیدار سے اللہ تعالیٰ یاد آجاتا ہے۔

ثمرہ بیعت

بیعتِ مرشد کا ثمرہ یہ ہے کہ عاصی شخص کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قرب حاصل ہو جاتا ہے ان کی نظر رحمت میں آجاتا ہے اگر وہ امر بالمعروف کا عامل اور نواہی و منکرات سے مجتنب رہے تو تائید ایزدی سے رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقہ میں گناہوں سے محفوظ اور مکائدِ شیطانی سے مصئون ہو جاتا ہے۔

چوں تو ذاتِ پیر را کردی قبول
ہم خدا در ذاتش آمد ہم رسول
گر جدا بینی ز حق تو خواجہ را
گم کنی ہم متن و ہم دیباچہ را
گر بجوئی ذاتِ حق را صورتِ مرشد ببیں
عاشقے شو ذاتِ حق را اندرانی روشن ببیں

رومیؒ

سنتِ بیعت

حضور پرنور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بیعت لینا کئی احادیث سے ثابت ہے بخاری شریف میں ہے حضرت سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں بَایَعْنَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلَی السَّمْعِ وَالطَّاعَۃِ فِی الْعُسْرِ وَالْیُسْرِ وَالْمَنْشَطِ وَالْمَکْرَہِ وَاَنْ لَّا نُنَازِعَ الْاَمْرَ اَھْلَہٗ۔ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس پہ بیعت کی کہ ہر آسانی و دشواری پہ خوشی و ناگواری میں حکم سنیں گے اور اطاعت کریں گے اور صاحب حکم کے کسی حکم میں چون و چرا نہ کریں گے

چنانچہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب فاروقی محدث دہلوی نے اپنے رسالہ القول الجمیل میں اس باب کے متعلق بہت سی احادیث تحریر فرمائی ہیں۔ جن کو بالاختصار درج کیا جارہا ہے۔

وَاسْتَفَاضَ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّ النَّاسَ کَانُوْا یُبَایِعُوْنَہٗ تَارَۃً عَلَی الْھِجْرَۃِ وَالْجِھَادِ وَتَارَۃً عَلَی التَّمَسُّکِ بِالسُّنَّۃِ وَالْاِجْتِنَابِ مِنَ الْبِدْعَۃِ وَالْحِرْصِ عَلَی الطَّاعَاتِ کَمَا صَحَّ اَنَّہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَایَعَ نِسْوَۃً مِّنَ الْاَنْصَارِ عَلٰی اَنْ لَّا یَنُحْنَ

اِقَامَتُ اَرْکَانَ الْاِسْلَامِ وَ سَارَۃٌ عَلَی الثَّبَاتِ وَ الْقَرَارِ فِیْ مَعْرَکَۃِ الْکُفَّارِ

رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بیعت فرماتے تھے لوگوں کو کبھی ہجرت و جہاد پر اور کبھی سنتِ نبوی کے تمسک پر اور بدعت سے بچنے پر اور عبادت کے حریص اور شائق ہونے پر (بیعتِ رضوان) چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کی عورتوں سے بیعت لی نوحہ نہ کرنے کی اور کبھی اقامتِ ارکانِ اسلام پر اور کبھی معرکہ کفار میں ثابت قدم رہنے اور اقرار پر۔ اور چند محتاج مہاجرین سے اس بات پر کہ لوگوں سے کسی چیز کا سوال نہ کریں۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بیعت پر استقامت اور مضبوطی سے قائم رہنے، اور جب کسی شیخ کامل۔ شیخ اتصال شیخ ایصال کے ہاتھ پر بیعت ہو تو اس کی پوری پوری حفاظت کی تاکید فرمائی ہے چنانچہ۔ بخاری شریف، مسلم شریف، نیز مشکوٰۃ شریف میں ہے۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم اَوْفُوْا بِبَیْعَۃِ الْاَوَّلِ۔ بیعت اول کی وفاداری کرو۔ اسی کو "یک در گیر و محکم گیر" سے ثابت کیا گیا ہے۔ امام طیبی نے اس حدیث شریف کے حاشیہ میں ارشاد فرمایا کہ اس سے مراد یہ ہے کہ بیعت پر دوام و استمرار رکھے۔ بلکہ خود سرکار مختار مرشد حقیقی حضور پرنور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ مَنْ بَایَعَ اِمَامًا فَاَعْطَاہُ صَفْقَۃَ یَدِہٖ وَ ثَمَرَۃَ قَلْبِہٖ فَلْیُطِعْہُ (مسلم شریف) جو شخص کسی مرشد خاص سے بیعت کرتا ہے تو اسے اپنے ہاتھ کا اختیار سپرد کر دیتا ہے اور اپنے دل کے ثمرات اس کے حوالے کر دیتا ہے لازم ہے کہ اس کی اطاعت بجا لائے اور بیعت سے علیحدگی کو منع فرمایا۔

چنانچہ حضور انور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:-
مَنْ خَلَعَ یَدًا مِنْ طَاعَۃٍ لَقِیَ اللّٰہَ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ وَلَا حُجَّۃَ لَہٗ (مسلم شریف)
جو اپنے ہاتھ کو بیعت کے اطاعت سے کھینچ لے تو کل یوم قیامت رب تعالیٰ
اس حال میں ملے گا کہ اس کے پلے کچھ نہیں ہوگا۔ یعنی اس کے سارے اعمال
اکارت ہوجاتے ہیں۔ نیز مشائخ عظام کا مقولہ ہے۔ اَلْفُقَرَاءُ کَنَفْسٍ وَاحِدٍ
ایک کا مقبول سب کا مقبول اور ایک کا مردود سب کا مردود۔ کیونکہ جو انڈہ
مرغی کے تصرف سے نکل جائے تو پھر نہ تو انڈہ ہی رہتا ہے اور نہ چوزہ۔ اگر تمام
جہان کی مرغیاں اس انڈے کو سینا شروع کریں تو وہ چوزہ نہیں بنتا۔
رب تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:-
یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ اِذَا جَآءَكَ الْمُؤْمِنٰتُ یُبَایِعْنَكَ عَلٰۤى اَنْ لَّا یُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ
شَیْــٴًـا وَّ لَا یَسْرِقْنَ وَ لَا یَزْنِیْنَ وَ لَا یَقْتُلْنَ اَوْلَادَهُنَّ وَ لَا یَاْتِیْنَ
بِبُهْتَانٍ یَّفْتَرِیْنَهٗ بَیْنَ اَیْدِیْهِنَّ وَ اَرْجُلِهِنَّ وَ لَا یَعْصِیْنَكَ
فِیْ مَعْرُوْفٍ فَبَایِعْهُنَّ وَ اسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ
(سورہ ممتحنہ) اے غیب بتانے والے نبی جب آپ کی خدمت میں مسلمان عورتیں حاضر
ہوں تاکہ وہ بیعت ہوں، اس شرط پر کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں
اور چوری نہ کریں اور زنا نہ کریں اور اپنی اولاد کو قتل نہ کریں اور کوئی افترا
وبہتان آگے پیچھے نہ باندھیں اور کسی نیک کام میں آپ کی نافرمانی نہ
کریں تو انہیں بیعت فرمالیجئے اور ان کی بخشش طلب فرمایئے۔ بیشک
اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے

قرب روحی

یہ حقیقت ہے کہ قرآن عزیز کو جیسا حضور اقدس رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سمجھا ہے۔ ویسا دوسرے لوگوں نے نہیں سمجھا۔ اس لئے کہ وہ معلم کا علم قرآن کسبی ہے اور آپ پر قرآن عزیز کا القا ہوا۔ آپ کے لئے وہبی ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد قرآن مجید اور احادیث شریفہ جس طرح اولیائے کرام نے سمجھا اس طرح کوئی دوسرا نہیں سمجھ سکتا۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات مقدس کے ساتھ ان کی قربت قربت روحی ہے

مرشد خاص

اللہ تبارک وتعالی نے قرآن عظیم اتارا۔ اور ارشاد فرمایا۔ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ یعنی ہر چیز کا روشن بیان ہے کوئی ایسی بات نہیں جو قرآن عزیز میں موجود نہ ہو لیکن ساتھ ہی فرمایا وَمَا يَعْقِلُهَا إِلَّا الْعَالِمُونَ اسے علماء ہی سمجھ سکتے ہیں۔

اسی وجہ سے عوام کو علماء۔ علماء کو آئمہ ولایت اور آئمہ ولایت کو سرور کائنات خاتم رسالت سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف رجوع کی ضرورت ہوئی۔ اللہ تبارک وتعالی نے ارشاد فرمایا فَسْئَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ۔ ذکر والوں سے پوچھو۔ اگر تم نہیں جانتے۔ یہی حکم یہاں بھی ہے اور یہاں اہل ذکر سے وہ مرشد خاص باوصاف مذکورہ ہی مراد ہے کیونکہ ظاہری علم والے بھی از خود کتاب اللہ یعنی قرآن عزیز کو سمجھنے پر قادر نہیں ہیں۔ اس لئے ان کے متصل ہی فرمادیا۔ وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ

نُزِّلَ اِلَيْهِمْ ۔ اے محبوب ہم نے آپ کے پاس ذکر (قرآن) اس لیے اتارا ہے کہ آپ لوگوں سے پوری شرح اور وضاحت سے بیان کر دیں اس چیز کو جو ان کی طرف اتاری گئی۔

اللہ تعالیٰ ان دو آیاتِ مقدسہ کے باہم ربط اور اتصال سے فہم کلام الٰہی کا سلسلہ منظم فرما رہا ہے کہ اے عوام (بے علم لوگو) تم کلام علماء کی طرف رجوع کرو۔ اور اے عالمو تم آئمہ ولایت کے کلام کو دیکھو اور اے آئمہ ولایت تم ہمارے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کلام کو ملاحظہ کرو تو تمہیں ہمارا کلام سمجھ میں آئے۔ غرض عوام پر تقلید علماء واجب۔ علماء پر تقلید آئمہ لازم آئمہ پر اتباع رسول فرض اور رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام پر تقلید قرآن ضروری ہوئی۔

جس طرح ایک تعلیم یافتہ کتب طب دیکھ کر اپنی عقلی نظر کو صرف کر کے اپنا علاج نہیں کر سکتا کیونکہ اسے نہ بیماری کی حقیقت معلوم ہوتی ہے۔ نہ دواؤں کی مقدار اور کیفیت کی واقفیت۔ اسی طرح امراض روحانی کا مریض بھی دینی طبیب کے علاوہ خواہ اس علم میں کمالیت کا درجہ رکھتا ہو اپنا علاج از خود نہیں کرتا۔ اسی لئے حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ جیسے علامہ دہر کو حضرت شمس تبریزی علیہ الرحمۃ (جو علم ظاہر سے بے بہرہ مگر دولت معرفت سے مالا مال) کے ہاتھ پر بیعت کرنا پڑی جیسا کہ خود ارشاد فرماتے ہیں

ہیچ چیزے خود بخود چیزے نہ شد ہیچ آہن خود بخود تیغے نہ شد
مولوی ہرگز نہ شد مولائے روم تا غلامِ شمس تبریزی نہ شد
پیر را بگزیں کہ بے پیر ایں سفر ہست بس پر آفت و خوف و خطر

هر کہ او بے مرشد در راہ شد
او ز غولان گمراہ و در چاہ شد

مولانا روم وہی مقتدر ہستی ہیں جو ڈاکٹر اقبال کے روحانی مرشد ہیں۔ جن کا تذکرہ انہوں نے اپنی نظم "پیر رومی و مرید ہندی" مندرجہ بالِ جبریل میں کیا ہے

وجوبِ بیعت

بیعت طریقۂ مروجہ جس سے غرض حصول سکینت اور اطمینان قلب، اخلاص ذوق و شوق اور ترک ماسوا اللہ ہے۔ بعض کے نزدیک مستحب اور بعض کے نزدیک مسنون ہے، لیکن حضرات صوفیائے کرام بالاتفاق اس کے وجوب کے قائل ہیں۔

جس طرح حضرات انبیائے کرام علیہم السلام پر ایمان لانا فرض ہے اور روزہ، نماز، حج، زکوٰۃ، کلمہ فرض ہیں۔ اسی طرح صوفیائے عظام کے نزدیک مرید ہونا واجب ہے اور یہ واجب بمعنی فرض ہے راز یہ ہے کہ بیعت کی ضرورت کا جس نے جتنا ادراک و احساس کیا، اسی قدر وہ اس کی اہمیت اور اعلیٰ مرتبت کا قائل ہوا۔ جس طرح اسلام ایک اصول ہے اور احکام اسلام اس کے اجزا ہیں، اسی طرح مرید ہونا بھی ایک اسلامی جزو ہے لیکن یہ جزو ایسا جلیل القدر اور عظیم المرتبت ہے کہ کل کے حکم اور مرتبے میں ہے حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات کی روشنی میں حضرات صوفیائے کرام اس کے وجوب کے قائل ہیں۔

ضرورتِ مرشد

سنت اللہ اس پر جاری ہے کہ علماء کی صحبت کے بغیر علم۔ خیاط کی مجلس کے بغیر خیاطت اور آہن گر کی صحبت کے سوا آہن گری حاصل نہیں ہو سکتی۔ حضور اقدس سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔ اِسْتَعِيْنُوْا عَلٰى كُلِّ صَنْعَةٍ بِصَالِحِ اَهْلِهَا ہر ایک صنعت میں اس کے مشاق سے مدد حاصل کرو۔

دیگر دنیوی علوم از قسم انجنیئرنگ۔ طب۔ وکالت۔ موسیقی۔ مصوری ریاضی و صنعت وغیرہ کے لئے اپنی عمر کے ایک بڑے حصہ تک ایک طالب علم و فن کو ان علوم و فنون میں سے کسی ایک کے کسب کے لئے کسی ماہر فن کے زیر سایہ مسلسل تربیت حاصل کرنی پڑتی ہے جس کے بعد اسے عملی طور پر بہت مدت کام کر کے اپنے آپ کو ماہر فن ثابت کرنا پڑتا ہے۔ تب جا کر وہ اپنے مخصوص فن میں صاحب کمال مانا جاتا ہے اور لوگ اس کی طرف رجوع کر کے اس سے مدد لیتے ہیں۔ اور اس کے عوض خدمت کے طور پر گراں بہا رقوم ادا کرتے ہیں۔

کیا ایسا ممکن نہیں ہو سکتا کہ عام خواندہ آدمی طب یا ہیئت، نجوم یا انجینئرنگ وغیرہ کی کتب سے مسائل مختلفہ کا حل تلاش کر کے ماہرین مذکورہ بالا سے نجات حاصل کر لے اور ان کے اخراجات کی ادائیگی سے محفوظ رہے لیکن ایسا کرنا مشکل ہے۔ بڑے بڑے عالم اور ذہین لوگ بھی اپنے حلقہ علم سے باہر نہیں نکل سکتے۔ کسی منتہی کی پیروی یا کسی مریض کے علاج کی ضرورت

ہیں دکار اور اطبا حضرات کی طرف رجوع کرنے پر مجبور ہوتے ہیں۔

جب ہماری جزوی عقل انسانی علوم و فنون کی مشکلات کو حل کرنے سے قاصر ہیں تو خداوند تعالیٰ کے بنائے ہوئے قوانین کو سمجھنا بازیچۂ اطفال نہیں۔

یہ قانون تو رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قلب مبارک پہ نازل ہوا۔ نہ کہ کتاب کی صورت میں جیسا کہ ارشاد ہے۔ اَلرَّحْمٰنُ ۔ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ۝ خدائے رحمان نے قرآن سکھایا۔

گر بہ فضلش پے ببرد ہر فضول
کے فرستادے خدا چندیں رسول

سرورِ دنیا و دیں۔ سرورِ جان حزیں خاتم النبیین رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دین کے حاذق طبیب ہیں جنہوں نے ہر بیماری کی تشخیص کی اور علاج بڑی عمدگی سے فرمایا۔ اور صحابہ کبار علیہم رضوان اللہ الغفار شاگردانِ خلافت ہیں جنہوں نے حقائق علمی و نکات معنوی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آپ کی خدمت بابرکت میں رہ کر حاصل کیا اور ہر ایک معالج روحانی میں درجۂ کمال کو پہنچا۔ جن کے بارہ میں خود آقائے دو عالم رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔ اَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ بِاَیِّہِمْ اِقْتَدَیْتُمْ اِھْتَدَیْتُمْ ۔ میرے صحابہ کواکب ہیں جس کی پیروی کرو گے ہدایت پاؤ گے۔ زمانہ بہ زمانہ صحابہ کے تابعین اسی علم اور ان تجربوں کو حاصل کرتے رہے اور تابعین سے تبع تابعین کو اللہ تعالیٰ نے علم دین میں خاص نظر عطا فرمائی تا کہ قوم کے

مزاج کو پہچان کر قرآن مجید اور احادیث پاک کے قوانین کے مطابق صحیح علاج کریں
كُلُّ مُجْتَهِدٍ مُصِيبٌ ہر ایک مجتہد صواب پر ہوتا ہے۔
خدائے عزوجل نے ہر شخص کو یہ قوت عطا نہیں فرمائی۔ کہ وہ کسی راہنما
کے بغیر راہ حقیقت کو طے کر سکے۔ لہذا مرشد۔ رہنما۔ استاد کا ہونا ضروری
ہے حضور اقدس سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں
مَنْ مَّاتَ وَلَيْسَ فِیْ عُنُقِهٖ بَيْعَةٌ مَاتَ مِيْتَةً جَاهِلِيَّةً
(مسلم شریف۔ مشکوٰۃ شریف) جو کوئی ایسے حال میں مرے کہ اس کی گردن میں
حلقۂ ارادت نہیں (یعنی بیعت نہ کی) وہ جاہلیت کی موت مرگیا۔
حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کا قول عوارف شریف
میں ان الفاظ میں مروی ہے کہ مَنْ لَمْ يَكُنْ لَهٗ اُسْتَاذٌ فَاِمَامُهٗ
شیطان۔ جس کا کوئی پیر نہیں اس کا پیر شیطان ہے۔ دوسری روایت
یوں ہے۔ مَنْ لَا شَيْخَ لَهٗ فَشَيْخُهُ الشَّيْطَانُ۔ جس کسی کا کوئی
رہنما نہیں اس کا رہنما شیطان ہوتا ہے ـــــ کیونکہ جس کسی کا کوئی رہبر و
پیر نہ ہو۔ اس کو لازماً شیطان اپنی طرف کھینچ لیتا ہے۔ مثل مشہور ہے ـــــ
"خانۂ خالی را دیو میگیرد" اسی طرح اس قلب میں جو نسبت سے خالی ہو
شیطان کا تسلط ہوجاتا ہے۔ ارشاد ربانی ہے۔ اَفَرَاَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ
اِلٰهَهٗ هَوَاهُ۔ کیا آپ ملاحظہ نہیں فرما رہے ہیں اُسے جس نے اپنا
الٰہ خواہشات نفسانی کو بنالیا ہے ؎

تازہ کن ایماں نہ از گفتِ زباں اے ہوا را تازہ کردہ در نہاں

تا ہوا تازہ است ایمان تازہ نیست
چوں ہوا جز قفل آں دروازہ نیست

نسبت

یہ پے در پے جو پیغمبران عظام علیہم السلام مبعوث ہوتے رہے ہیں سب حق پر ہی تو تھے۔ بعض اولوالعزم مرسلین صاحب شریعت بھی تھے مگر جب تک یہ حضرات مرسلین عظام ان لوگوں میں رہے ان کی اطاعت فرض رہی۔ ان کے اس دار فانی یعنی دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد دوسرے صاحب شریعت مرسل کے مبعوث ہونے پر حکم ربانی ہوتا ہے کہ اس مرسل کی جو تم میں اس وقت موجود ہیں اطاعت قبول کرو۔ حالانکہ پہلے صاحب شریعت پیغمبر بھی حق پر تھے۔ اور ان کی شریعت بھی حق۔ وہ حضرات جو پہلے پیغمبر پر ایمان لا چکے تھے وہ پہلے بھی مسلمان تھے اور اب نئے مبعوث شدہ پیغمبر پر ایمان لانے سے بھی مسلمان رہے اور جو پہلے نبی پر ایمان لائے ہوئے تھے اور مسلمان کہلاتے تھے۔ اب اس نئے نبی پر ایمان نہ لانے کی وجہ سے کافر کہلائے اس میں کیا راز ہے۔

کشف راز

نور العلمین شمس الموحدین سید المتاخرین سند العارفین حبیب اللہ الغفور سیدنا و مولانا تاج الاولیا حضرت شاہ محمد عبد الشکور ابو العلائی قادری چشتی جہانگیری قدس سرہ العزیز نے اپنے ایک مرید علی نثار خاں سے فرمایا کیا تم بتا سکتے ہو کہ اس کی وجہ کیا ہے کہ جب ایک پیغمبر مبعوث ہوتا ہے

تبلیغ و تلقین کرتا ہے تو لوگ اس کے اخلاقِ حسنہ، شمائل ستودہ، خوش اخلاقی اور اثرِ صحبت سے متاثر ہو کر حلقہ بگوشِ عقیدت ہو جاتے ہیں اور دعوتِ اسلام کو خوشی سے قبول کر لیتے ہیں حتیٰ کہ ایک کافی بڑی جماعت بن جاتی ہے۔ حکمِ خداوندی سے پیغمبر اپنی تبلیغ کا فرضِ منصبی پورا کر کے اس دنیائے فانی سے تشریف لے جاتا ہے تو پیچھے دنیا میں اس کی جاں نثار قوم باقی رہ جاتی ہے۔ جو اس پیغمبر کی فرمانبردار بھی ہے اللہ تعالیٰ کی وحدت کا اقرار کرنے والی ہے۔ فرشتوں، یومِ آخرت اور دوزخ بہشت پر ایمان لانے والی ہے۔ صحائفِ آسمانی اور کتبِ سماوی پر بھی ایمان رکھتی ہے ظاہری اعمال اور عقیدت میں ذرہ بھر بھی فرق نہیں۔ باوجود اس کے اللہ تعالیٰ ایک اور نبی کو مبعوث فرما دیتا ہے اور حکم ہوتا ہے کہ اسے پہلے نبی پر ایمان لانے والو اب اس نئے نبی پر ایمان لاؤ۔ جو نئے نبی پر ایمان لے آئے وہ پہلے بھی مسلمان تھے اب بھی مسلمان رہے مگر جنہوں نے انکار کیا اور نئے نبی پر ایمان نہ لائے وہ کافر ہوئے .... ارشاد فرمایا غور سے سنو۔ یہ بہت ہی اہم مسئلہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نئے نبی مبعوث کرنے میں ایک خاص راز ہے کہ وہ زمانہ جس میں نبی مبعوث ہوئے اس زمانہ کے مسلمانوں کو نسبت حاصل تھی ان کے دل زندہ اور تازہ تھے۔ ان میں تڑپ تھی اور اسی قوم میں جو لوگ بعد میں پیدا ہوئے انہوں نے اس نبی کو نہیں دیکھا۔ اس سے فیض یاب نہ ہو سکے حالانکہ ایمان اسی نبی پر تھا اور عمل بھی اسی شریعت پر اور اس نبی سے نسبت حاصل نہ ہو سکی۔ اتنا زندگی دل میں نہ تھے اسی

واسطے اس عمل پر اعتبار نہیں کیا گیا اور نئے نبی کو مبعوث فرمایا گیا تاکہ اس کے فیض صحبت سے لوگوں کو فائدہ حاصل ہو اور دل میں تڑپ پیدا ہو یعنی اولاد کو پہلے نبی کی صحبت میسر نہ ہوئی۔ اور نسبت حاصل تو ہوئی گو عمل اسی شریعت پر رہا مگر دل سوئے ہوئے رہے نئے نبی پر ایمان لانے کا مقصد یہ ہے کہ لوگوں کے دل اس کی صحبت سے تازہ ہو جائیں اور زندہ ہو جائیں، ان میں تڑپ اور مبتلا ہونے کا جذبہ عود کر آئے جنہوں نے نئے نبی کی صحبت سے فیض حاصل کیا وہ خدا کے مقبول بندوں میں شامل ہو گئے۔ اور مسلمان کہلائے۔ جو لوگ غلط فہمی میں مبتلا رہے اور اپنے دلوں کو زندگی نہ بخشی غافل رہے کافر ہوئے۔ مقصود نسبت حاصل کرنا ہے نسبت سے ہی دل زندہ ہوتے ہیں اور توحید حاصل ہوتی ہے۔

بعثت جناب رسول مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نبوت ختم ہو گئی اور کوئی نبی نہیں آسکتا۔ مگر قانون قدرت قیامت تک جاری رہے گا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے ولایت کو جاری کیا وہ کام جو نبی سرانجام دیتے تھے وہ حضرات اولیائے کرام سے لیا۔ یہ سلسلہ تا قیامت جاری رہے گا اور کوئی زمانہ خالی نہ رہے گا کہ جس میں کوئی ولی موجود نہ ہو جس نے کسی ولی اللہ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنے دل کو زندہ کر لیا وہ زندہ ہو گیا اس شخص نے اس ولی کو نہیں دیکھا بلکہ جناب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پا لیا۔ اسی تعلق اور اسی سلسلے کو نسبت کہتے ہیں جس شخص نے کسی بزرگ سے تعلق پیدا کر لیا اس کا تعلق جناب شاہ امم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے

ہوگیا اور یقیناً اس کا تعلق اللہ تبارک وتعالیٰ سے ہوگیا۔ اس کی مثال یہ ہے
پاور ہاؤس سے بجلی آرہی ہے راستہ میں جابجا کھمبے نصب ہیں جس نے کسی
قریبی کھمبے سے تار لگا کر کنکشن قائم کرلیا اور اپنا بلب روشن کرلیا۔ وہ یہ نہیں
سمجھے گا کہ اس نے بجلی اس کھمبے سے حاصل کی ہے۔ بجلی تو پاور ہاؤس
سے آرہی ہے۔ درحقیقت اس نے اپنا تعلق اس قریبی کھمبے کی
وساطت سے پاور ہاؤس سے پیدا کرلیا۔ بعینہٖ جس کسی نے کسی قریبی بزرگ
سے رشتہ پیدا کرکے اپنا تعلق سرکارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ
وسلم کے پاور ہاؤس سے کرلیا اور اپنے دل کے بلب کو روشن کرلیا تو یقین
رکھیں وہ کامیاب ہوگیا اگر کوئی یہ خیال کرے کہ میں اپنا بلب سیدھا پاور ہاؤس
سے جوڑ کر اپنا گھر روشن کروں تو یہ ہر شخص کے لئے ناممکن ہے وہ کھمبوں
کی وساطت کے بغیر کبھی کامیاب نہیں ہوسکتا۔ اس واسطے بغیر وسیلہ اولیائے
کرام کے اللہ تعالیٰ اور رسولِ مکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تک رسائی ناممکن ہے
الا ماشاء اللہ۔ یہ بات بھی خوب یاد رکھو کہ سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ
وآلہٖ وسلم کے پاور ہاؤس سے انوار وتجلیات کی برقی رو برابر آرہی ہے۔ یہ
تو تمہاری مرضی ہے کہ تعلق یا نسبت پیدا کرکے چاہے بڑی طاقت کا بلب لگا کر
اپنے گھر کو روشن کرو چاہے کم طاقت کا۔ جتنی تمہاری نسبت زیادہ ہوگی
اسی قدر تمہارا قلب روشن ہوگا۔ سب کچھ اسی نسبت میں نہاں ہے۔ کیونکہ
اس نسبت کے بغیر دل زندہ نہیں ہوسکتے اور سرکارِ دوعالم صلی اللہ
علیہ وآلہٖ وسلم کی کامل محبت پیدا نہیں ہوسکتی اور ہمیشہ اعتبار دل کا کیا جاتا

ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے (حدیث قدسی) اِنَّ اللّٰہَ لَا یَنْظُرُ اِلٰی صُوَرِکُمْ وَلَا اِلٰی اَعْمَالِکُمْ وَلٰکِنْ یَنْظُرُ اِلٰی قُلُوْبِکُمْ وَنِیَّاتِکُمْ

کہ بیشک اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں کی طرف نہیں دیکھتا تمہارے عملوں کو بھی نہیں دیکھتا لیکن وہ تمہارے دلوں اور نیتوں کو دیکھتا ہے ---- کیا تمہارے دل زندہ نہیں، ان میں غیریت اور دوئی کی کدورت تو نہیں یہ ہر لحاظ سے صاف ہیں۔ ان میں کچھ تڑپ بھی ہے، ان میں مبتلا ہونے کا جذبہ بھی پیدا ہے۔ جس کا دل زندہ ہو گیا وہ واصلان الٰہی سے ہو گیا اور اس کا شمار اہل اللہ میں ہو گیا"۔

نسبت ہی ایک ایسی چیز ہے جس کے حصول سے تمام منازل سلوک طے ہو جاتی ہیں یہی فقیری کا راز اور تصوف کی جان ہے اس کو اللہ تبارک تعالیٰ اور تاجدار مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تائید حاصل ہے اور وہ اٹل ہے بزرگان دین کے اقوال اور آثار صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے بھی یہی ثابت ہے اور اسی پر عمل رہا ہے۔ قرون اولیٰ سے آج تک اس پر اس قدر عمل ہوا ہے یہ تواتر کی حد تک پہنچ گیا ہے سوائے فرائض معمولہ کے اس سے زائد کسی اور شے پر اتنا عمل نہیں ہوا۔ کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ ---- کے عملی نتیجہ کا نام نسبت ہے۔ جب تک کسی کے ساتھ دلی مناسبت حاصل نہ ہو ساتھ ہونا کوئی معنی نہیں رکھتا۔ اسی مناسبت کا دوسرا نام طریقت میں نسبت ہے۔ عقائد سے لیکر اعمال تک یہ عمل جاری و ساری ہے۔ گو اس کی ابتدا زبان سے ہوتی ہے پھر دماغ متاثر ہوتا ہے لیکن انتہا دل کی گہرائیوں میں جاگزیں ہو جاتی ہے۔ یہ نسبت پیر سے حاصل ہوتی ہے ---- اور یہی

سرورِ کائنات سید الانبیا علیہ الصلوٰۃ والتسلیم تک پہنچا دیتی ہے اور پھر قربِ خداوندی سے ہمکنار کر دیتی ہے۔ حضرت مولانا روم نے بھی اس مسئلہ پر جس خوبی سے روشنی ڈالی ہے قابلِ داد ہے ؎

چوں تو ذاتِ پیر را کردی قبول
ہم خدا در ذاتش آمد ہم رسول

اس کی تعمیل کے لئے صحبتِ شیخ لازمی ہے اور عدم موجودگی میں تصورِ شیخ اس کا قائم مقام ہے۔ صحابہ صحابی کا مرتبہ غوث سے کیوں بڑھ کر ہے؟ اسی صحبت کی نعمتِ عظمیٰ کی بنا پر چنانچہ حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی اپنی کتاب اخبار الاخیار میں شاہ عبد الرزاق جھانجہ کے حالات لکھتے ہوئے ایک رسالہ سے نقل فرماتے ہیں ——

اَقْرَبُ طُرُقٍ اِلَی اللّٰہِ ذکر اللہ ہے اور اس سے بھی قریب تر اپنے پیر و مرشد کی صورتِ مبارک کا شغل ہے۔ حق سبحانہٗ تعالیٰ جس کے لئے بہ توفیق رفیق بنائے اور اسے واسطہ پیر (تصورِ شیخ) میں مشغول رہنا حاصل ہو جائے تو اس سے بہتر اس کے لئے کوئی کام نہ ہوگا۔ ایک گوشہ میں بیٹھ کر اسی خیال میں مشغول رہے تو اسے کسی ریاضت (چلہ وغیرہ) کی ضرورت نہیں رہتی۔ یہی شغل اسے خداوند کریم تک پہنچا دیتا ہے۔ مقتدی کو اپنے پیر کے تصور میں مشغول رہنے کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے۔ کیونکہ عالم الٰہی ایک معنوی دنیا ہے جس کی سیر انسانِ کامل کے تصور (معیتِ مثالی) کے سوا ممکن نہیں۔ الحدیث۔ خَلَقَ اللّٰہُ اٰدَمَ عَلٰی صُوْرَتِہٖ (مشکوٰۃ) اس پر دلالت کرتی ہے

چونکہ بعد زمانہ کے سبب نسبتیں کمزور ہوتی گئیں، ہوا و ہوس غالب ہو گئی۔ دین میں افراط و تفریط پیدا ہو گئی۔ اس لئے صاحب شریعت پیغمبروں کو مبعوث فرمانے کی حاجت باقی رہی۔ یہاں تک ہمارے آقائے نامدار سرور کائنات ہادی دین سید المرسلین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم (جن پر نبوت ختم کی گئی) عالم ظہور میں رونق افروز ہوئے۔ اور آپ کی شریعت تاقیامت قائم ہے اور دین مستقیم کی ہدایت و تبلیغ کے لئے حضرات اولیائے کرام مقرر فرمائے گئے تاکہ نبوت ختم ہونے کے باوجود مقصد نبوت تحت ولایت جاری رہے۔ مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

کیست مدانظل نفس اولیا است
کو دلیل نور خورشید خدا است

سایۂ یزداں بود بندہ خدا
مردہ دیں عالم و زندہ خدا

عشق کل و نفس کل مرد خدا ست
عرش و کرسی را مدان کز وے جدا ست

مظہر حق است ذات پاک او
رو بجز حق را و از دیگر مجو!

اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ فرماتے ہیں ۔

اے بیادت نالۂ مرغِ سحر
اے کہ ذکرت مرہمِ زخمِ جگر
اے خدا بہرِ جنابِ مصطفیٰ
چار یارِ پاک و آلِ باصفا
بہرِ مردانِ رہت اے بے نیاز
مردماں در خواب ایشاں در نماز
بہرِ آبِ گریۂ تر دامناں
بہرِ شورِ خندۂ طاعت زناں
بہرِ جیبِ چاکِ عشقِ نامراد
بہرِ خونِ پاکِ مردانِ جہاد
پُر کن از مقصد تہی دامانِ ما
از تو پذرفتن ز ما کردن دعا

ذرہ بودے خاک افتادہ بود

آفتابے آمد و روشن نمود

وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ وَنُوْرِ عَرْشِهٖ

سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ

وَبَارِكْ وَسَلِّمْ وَمَجِّدْ وَكَرِّمْ وَعَلٰى

اَوْلِيَاءِ اُمَّتِهٖ وَعُلَمَاءِ شَرِيْعَتِهٖ اَجْمَعِيْنَ

اٰمِيْنَ بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ۔

تمت بالخیر

۱۹ رمضان المبارک ۱۴۳۶ھ

تقریظ

مُبَسمِلاً وَّحَامِداً وَّمُحَمِّدَاً (جل وعلا) وَّ مُصَلِّیاً وَّمُسَلِّماً وَّ مُحَمِّداً (صلی اللّٰہُ علیہِ وسلم)

چمنستانِ عالم کے مالک کا کرم ہے کہ گلشنِ چشت کے جس سدا بہار درخت کی آبیاری حضرت تاج الاولیاء مولانا شاہ محمد عبدالشکور صاحب لکھنوی قدس سرہٗ العلی الولی کے ہاتھوں عمل میں آئی، آج اس کے بعض آور شگوفے کھل رہے ہیں اور اس کی حسین کلیاں طریقت کے گلدستوں کو زینت بخش رہی ہیں۔

آج اگر ایک طرف بادِ سموم کے تیز و تند جھونکے خرمنِ امن و ایمان کو تباہ کرنے میں مشغول ہیں تو دوسری جانب

شریعت و طریقت کی روح پرور بہاریں مرجھائے ہوئے

پھولوں کو تر و تازہ رکھنے میں مصروفِ عمل ہیں۔ جہاں جسم

کی حفاظت کے لیئے مادی غذا کی ضرورت ہے وہاں

روح کی بالیدگی اور اس کی نشو و نما کے لئے ذکر و فکر

کی حاجت ہے۔ اس وقت جو مجموعۂ مضامین میرے

پیش نظر ہے وہ آداب شریعت و مراسم طریقت کا

آئینہ دار ہے ــــ مجھے امید ہے کہ اس کا مطالعہ

سالکان طریقت کیلئے مینارۂ نور ثابت ہوگا۔ میخانۂ تصوف

کے بادہ نوشوں سے التماس ہے کہ ــ

چوں با حبیب نشینی و بادہ پیمائی

بہ یاد آر محبان بادہ پیمارا

دعاگو: الشاہ محمد عارف اللہ قادری خطیب مرکزی جامع مسجد

و مدیر اعلیٰ ماہنامہ "سالک" راولپنڈی

۱۰ فروری ۱۹۵۸ء

ضیاءِ شکور

(زیرِ طبع)

حضرت موصوف کے خیالاتِ عالیہ کا
ایک نہایت مختصر مگر جامع مجموعہ موسومہ
"ضیاءِ شکور" زیرِ طبع ہے۔ اہلِ سلسلہ
وطالبانِ [illegible] کے لئے اس کا مطالعہ مفید
ونافع ثابت [illegible] ہدیہ صرف [illegible]

قاضی سنز پبلشرز چاہ [illegible] انارکلی لاہور